



ادارہ برائے سماجی انصاف کا مؤقف

مسیحی عائلی قانون میں تنسیخ نکاح کا سوال

پیٹر جیکب

کرپشن میرج (نکاح) ایکٹ 1872ء اور کرپشن ڈائیورس (تنسیخ نکاح) ایکٹ 1869ء میں مجوزہ ترامیم کے مسودے حکومت پاکستان کے قائم کردہ ادارے قومی کمیشن برائے حیثیت نسوان (NCSW) نے 2011ء¹ میں تیار کر کے وزارت قانون کے حوالے کر دیئے تھے۔ مگر ان پر قانون سازی کا عمل کئی وجوہات کی بناء پر سست روی کا شکار ہے۔

1981ء میں جنرل ضیاء الحق نے صدارتی آرڈیننس کے ذریعے کرپشن ڈائیورس (تنسیخ نکاح) ایکٹ کی دفعہ 7 کو منسوخ کر دیا جس سے مسیحی نکاح کی تنسیخ صرف بدکاری کی صورت میں ممکن تھی۔ لیکن 19 جون 2017ء کو لاہور ہائی کورٹ نے امین مسیح بنام سرکار درخواست کے فیصلے میں دفعہ 7 کو بحال کر دیا ہے جس کی رو سے پاکستان کے مسیحی بدکاری کے علاوہ دیگر بنیادوں (کسی ایک فریق کا گھر چھوڑ جانا، دو سال سے زائد دانستہ علیحدگی، غیر معقول رویہ یعنی تشدد یا بچوں کی کفالت میں لاپرواہی وغیرہ) پر بھی تنسیخ نکاح ہو سکتی ہے جو برطانیہ کی عدالتوں میں تسلیم کی جاتی ہیں۔

سیاق و سباق

1993ء میں مسیحی نکاح کی حرمت اور جبراً مذہب کی تبدیلی کے مسئلہ پر بشپ جان جوزف اور بشپ پطرس یوسف کی راہنمائی میں ایک سیمینار کا انعقاد پائٹرل انسٹیٹیوٹ ملتان میں ہوا۔ جس میں تبدیلی مذہب کے علاوہ مسیحی نکاح کی حیثیت اور خاص طور پر مسلم عائلی قوانین کے اثرات کے موضوع کو زیر بحث لایا گیا۔

ادارہ امن و انصاف² کے پلیٹ فارم سے جناب نعیم شاکر ایڈووکیٹ نے 90ء کی دہائی کے آخر میں بشپ سیموئیل رابرٹ عزراہ کے ہمراہ قانونی ماہرین اور کلیسیائی رہنماؤں کے ساتھ مشاورت کا ایک سلسلہ شروع کیا جو متذکرہ بالا قوانین کے ترمیمی مسودہ پر ختم ہوا تھا۔ کا تھولک بشپ صاحبان کی جانب سے قائم کردہ ادارے قومی کمیشن برائے امن و انصاف نے 1993ء سے 2013ء تک مسیحی نکاح سے متعلق مسائل کو اپنی سالانہ اشاعت انسانی حقوق کا جائزہ رپورٹس کا حصہ بنایا اور تواتر سے ان قوانین میں ایسی ترامیم کا مطالبہ کیا گیا جو کہ انسانی حقوق کے عالمی معیارات سے ہم آہنگ ہوں۔

انسانی حقوق کی تنظیموں نے 2007ء اور 2012ء میں خواتین کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمے کے بین الاقوامی معاہدہ (CEDAW) کے تحت پیش کی جانے والی شیڈو (غیر سرکاری) رپورٹس میں بھی اس مسئلہ کو اجاگر کیا۔ جس کے نتیجے میں اقوام متحدہ کی مذکورہ معاہدہ کی نگران کمیٹی نے مارچ 2013ء میں حکومت پاکستان کو سفارش کی کہ معاہدے کی پاسداری میں ہندو میرج بل، کرپشن میرج (تریمی) بل اور کرپشن ڈائیورس (تریمی) بل منظور کئے جائیں۔ حکومت پاکستان نے معاہدہ کی نگران کمیٹی کو نومبر 2015ء میں فالو اپ معلومات فراہم کی جس میں دعویٰ کیا گیا کہ مسیحی میرج (نکاح) ایکٹ اور مسیحی ڈائیورس (تنسیخ نکاح) ایکٹ میں ترامیم کے لیے دو مسودات قانون تیار ہیں۔

ادارہ برائے سماجی انصاف نے دیگر سماجی تنظیموں کے ساتھ مل کر 2017ء میں اقوام متحدہ میں پاکستان کے تیسرے عالمی معیادی جائزہ (یو پی آر) کے لیے غیر سرکاری رپورٹ جمع کروائی جس میں مذہبی اقلیتوں خصوصاً مسیحیوں کے عائلی قوانین میں اصلاحات متعارف کروانے پر زور دیا گیا۔ مارچ 2018ء میں اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب فرخ عامل نے انسانی حقوق کونسل کے اجلاس میں دعویٰ کیا کہ مسیحی نکاح اور مسیحی تنسیخ نکاح سے متعلق قانون سازی کے لیے مسودے زیر غور ہیں۔

مئی 2017ء میں حکومت پاکستان نے بطور امیدوار انسانی حقوق کونسل کی 2018 تا 2020 رکنیت کے لیے انتخابات سے قبل رضا کارانہ اور تحریری عہد کیا کہ مسیحی عائلی قوانین میں اصلاحات متعارف کروائی جائیں گی۔ اس ضمن میں وفاقی وزیر سینیٹر کامران مائیکل نے حکومت کی طرف سے تیار کردہ مجوزہ ترمیمی مسودات قانون پر مسیحی برادری کی مذہبی قیادت سے مشاورت کے لئے 2016ء اور 2017ء میں اجلاس بلائے۔ جس میں مختلف کلیسیاؤں نے تجاویز دیں اور بالآخر ترمیمی مسودات قانون پر اتفاق کیا۔ اس کے باوجود مسودات قانون پارلیمان میں پیش نہیں کیے گئے۔

لہذا یہ واضح ہے کہ انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدوں کے تحت حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ بین الاقوامی اداروں یعنی اقوام متحدہ اور یورپین یونین (GSP+) کے تحت معاہدوں کی پاسداری کرتے ہوئے مسیحیوں کے لیے عائلی قوانین میں اصلاحات متعارف کروائے۔

مسیحی نکاح: شرعی نقطہ نظر اور ارتقاء

انجیل مقدس کی عام تشریح کے مطابق نکاح ایک مقدس ملاپ اور دائمی بندھن ہے۔ لہذا کئی صدیوں تک مسیحی نکاح کو اسی تناظر میں بیان کیا جاتا رہا تھا۔ کئی کلیسیاؤں نکاح کو سات میں سے ایک ساکرامنٹ گردانتی ہیں جسے برکاتِ خداوندی کا ذریعہ اور روحانی درجہ سمجھا جاتا ہے۔ نئے عہد نامہ کی بہت سی آیات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ نکاح ایک اٹوٹ بندھن ہے۔ البتہ تاریخ میں یوں بھی ہوا کہ خاندان کی اولیت اور فریقین کے درمیان انصاف قائم کرنے کے لئے مختلف موقعوں پر حالات کے پیش نظر ان اصولوں اور تشریحات میں تبدیلیاں کی گئیں۔

مثلاً مسیحی نکاح کے تصور میں اولین تبدیلی 'پولوسی استحقاق' کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ مقدس پولوس کی طرف سے یہ تبدیلی اُس وقت متعارف ہوئی جب مسیحی مذہب میں وارد ہونے والے افراد کے سابق نکاح کو منسوخ³ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ لہذا مخصوص حالات میں تنسیخ نکاح کا تصور آیا۔ نکاح کو مخ کو اختیار دینا اور زوجین کے درمیان قانونی علیحدگی کا تصور دیوانی (روی) قانون اور کامن لاء (برطانوی) جیسی قانونی روایات سے مستعار لیا گیا۔ یہ تصورات آج بہت سے کلیسیائی قوانین کا حصہ ہیں جن میں صدیوں سے رائج کیتھولک کینن لاء⁴ بھی ہے۔

خارجی اثرات قبول کرنے کے ساتھ تاریخی طور پر مسیحی تصور نکاح نے دیوانی قانون کے اصول مرتب کرنے میں گراں قدر اثر مرتب کیا، جن میں قابل ذکر خواتین کے حقوق اور خواتین کے ساتھ مساوی برتاؤ شامل تھا۔ البتہ 20 ویں صدی میں طلاق کے حوالہ سے کئی چیلنجز سامنے آئے چونکہ کچھ کلیسیائی رواج خواتین کے حقوق کی برابری کے معیارات پر کئی طور پر پورا نہیں اترتے تھے۔ اس کے برعکس کئی کلیسیاؤں نے خصوصی طور پر مغربی ممالک میں جرات مندی سے خواتین کو بشپ اور پادری مقرر کرنے جیسے جرات مندانہ اقدامات بھی کئے ہیں۔

2014ء میں پوپ فرانس نے کارڈینلز اور بشپ صاحبان کو طلاق یافتہ یا دوسرا نکاح کرنے والے افراد کے معاملہ پر ہمدردانہ غور کرنے کی دعوت اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنے کی تلقین کی۔ خاندان کے حوالہ سے بشپ صاحبان کے ایک غیر معمولی کلیسیائی اجلاس (سینڈ) کے اختتامی خطاب میں اکتوبر 2015ء میں پوپ صاحب نے کہا کہ "کلیسیا کی اولین ذمہ داری لوگوں کی مذمت یا ان کو ملعون ٹھہرانا نہیں بلکہ ان کے سامنے خدا کے رحم کی منادی کرنا، انہیں توبہ کے لئے بلانا اور تمام مردوزن کو خدا کی نجات کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔" (بحوالہ یوحنا 12: 44-50)

دورِ حاضر میں پاکستانی مسیحیوں کی خاندانی زندگی کو درپیش مسائل

پاکستان میں مسیحی ایک منفرد مذہبی جماعت ہے جو درجنوں بڑی اور چھوٹی کلیسیاؤں پر مشتمل ہے۔ ایک طرف مذہبی اقلیت ہونے کے ناتے خاص مسائل سے دوچار تو دوسری طرف مجموعی طور پر یہ جماعت پاکستان کے کٹھن سماجی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی حالات سے بھی متاثر ہو رہی ہے۔ مسیحی جماعت میں بڑھتے ہوئے معاشی بحران، اندرون اور بیرون ملک ہجرت، شادی بیاہ کے بدلتے ہوئے رسم و رواج، سماجی اور مذہبی امتیازات کے اثرات جن میں نفسیاتی دباؤ ہر طبقے کی خاندانی زندگی کو کئی طرح سے متاثر کر رہے ہیں۔

سرکاری سطح پر تمام اعداد و شمار کی عدم دستیابی کے باوجود مسیحی جماعت کو درپیش درج ذیل مسائل کو با آسانی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

الف۔ غربت اور سماجی نا انصافیاں مسیحی جماعت کے افراد کو نقل مکانی پر مجبور کر رہی ہیں۔ خصوصاً بھٹ اور زرعی مزدور جو کہ شہروں کی طرف ہجرت کر رہے ہیں۔ یہ ہجرت اکثر دیہی غریب کو محض شہری غریب میں بدلنے کے ساتھ ان کو ان کے سماجی و ثقافتی اور مالی مسائل میں دھکیلتی ہیں۔ پڑھے لکھے افراد بھی روزگار کی تلاش میں بالعموم ہجرت اور مسلسل نقل مکانی کے باعث نارمل خاندانی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ ان حالات میں کمیونٹی کی طرف سے معاونت بھی مشکل ترین امر بن چکا ہے۔

ب۔ نئی و پرانی مسیحی آبادیوں کو دیکھ کر یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ یہ بستیاں شہری سہولیات کے حوالہ سے سرکار کی طرف سے بے توجہی کا شکار ہیں۔ ان آبادیوں میں بیماری، بے روزگاری، کم شرح خواندگی اور عدم تحفظ جیسے مسائل ان کی خاندانی زندگی کو مختلف طریقوں سے متاثر کر رہے ہیں۔ افراد شاری (1998) کے وقت مسیحی برادری میں شرح خواندگی اوسط سے 11 فیصد کم تھی۔ بے روزگاری کا مسئلہ بھی عام ہے اور اندازاً مسیحی مرد وزن میں زیادہ بھی۔ اس پست معیار زندگی کی صورتحال کو سمجھنے اور حل کرنے کے لئے صرف انسانی حقوق کے معیارات کا رآمد ہو سکتے ہیں۔

ج۔ اکثر دیکھنے میں یہ آیا ہے مسیحی خواتین چونکہ تعلیم کے میدان میں مردوں سے آگے ہیں۔ اس لیے ان کا معاشرے میں کردار بھی اوسط خواتین کے مقابلے میں قدرے زیادہ متحرک ہے۔ تاہم مرد کا حکیت کے روایتی تصورات نے خواتین کو دوبار کھا ہے اس وجہ سے بلعموم وہ اپنے خاندان کو مشکل اور بدترین حالات سے نکالنے کے لئے ایک فعال کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

د۔ نکاح سے متعلق متذکرہ بالا شرعی تفہیم کے باوجود مسیحی جماعت کے افراد طلاق یا تنسیخ نکاح کا استعمال کرتے ہیں۔ مسیحیوں میں طلاق کیلئے تبدیلی مذہب کرنے کے رجحانات بھی ہیں کیونکہ مسیحیوں کے لئے مروج عائلی قوانین میں طلاق کی گنجائش تو ہے مگر آسان نہیں۔ ایک تو تنسیخ نکاح یا طلاق کی شرط یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے پر زنا کاری وغیرہ کا الزام عائد کرے، دوسرے زیر استعمال قوانین میں عورت اور مرد کے حقوق برابر نہیں ہیں۔

مسیحی تصور نکاح اور انسانی حقوق کے معیارات

مسیحی نکاح کی دائمیت کا تصور صدیوں سے موضوع بحث رہا ہے مگر فی زمانہ مرد و خواتین کے لئے نکاح کے حوالہ سے دنیا کے بیشتر ممالک کے قوانین طلاق کی اجازت دیتے ہیں۔ جس میں مسیحی اکثریت رکھنے والے کئی ممالک بشمول امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، اٹلی، سپین، جرمنی، فرانس اور آسٹریلیا بھی شامل ہیں جہاں بغیر تہمت کے طلاق کا قانون کئی دہائیوں سے رائج ہے۔ اقوام متحدہ کے تحت بین الاقوامی قوانین خصوصاً خواتین کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمے کے معاہدے نے طلاق سمیت مساوی حقوق کی ضمانت دے رکھی ہے۔

طلاق کوئی بنیادی انسانی حق نہیں ہے بلکہ یہ ضابطہ قانون اور باہم معاہدے کے ناتے قرار پانے والا ایک نسبی حق ہے۔ تاہم ازدواج میں مساوی حقوق، تشدد سے تحفظ، استحصال اور جبر سے آزادی، انسانی حقوق کے تحفظ کے معیارات اور فریم ورک میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

گزشتہ کچھ عشروں میں پاکستان کی مسیحی اقلیت نے شہریوں کے برابری کے حقوق اور امتیازی قوانین و برتاؤ کے خاتمہ کے لئے دلیرانہ جدوجہد کی ہے۔ اب اگر تنسیخ نکاح کے معاملے پر مسیحی جماعت کوئی ایسا تاثر دے کہ وہ مساوی حقوق کے احترام کی بجائے اپنی من مرضی نکاح وغیرہ کے معاملات طے کرے گی تو ان کا موقف غیر اصولی سمجھا جائے گا بلکہ حقوق سے جڑے دیگر معاملات پر کمیونٹی افراط و تفریط کا شکار ہو سکتی ہے۔

حاصل بحث اور سفارشات

چند لوگ بشمول کچھ ارکان پارلیمان کونسیجی نکاح اور تنسیخ نکاح کے قوانین میں ترامیم کے حوالہ سے تحفظات ہیں جن کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ ان تحفظات کا بنیادی نکتہ طلاق یا تنسیخ نکاح کی شرائط میں تبدیلی کے حوالہ سے خدشات ہیں چونکہ بعض لوگوں کے نزدیک طلاق مسیحی تعلیمات سے عدم مطابق ہے لیکن درحقیقت صورتحال اتنی سادہ بھی نہیں ہے۔

اگرچہ زیر بحث موضوع تنسیخ نکاح ہے لیکن اس کا پاکستانی مسیحیوں کے دیگر حقوق اور اجتماعی ترقی کی جدوجہد سے گہرا تعلق ہے۔ سردست مسئلہ نکاح کے قانون میں مناسب ترامیم سے حل کیا جاسکتا ہے اس لئے وفاقی و صوبائی حکومتوں اور انسانی حقوق کے علم برداروں، بالخصوص مسیحی برادری کو کسی اتفاق رائے کے لئے مکالمہ کرنا ہوگا۔ قانون میں تبدیلی ایک وسیع مشاورت کے ذریعہ ہونی چاہیے۔ کسی ایک کی رائے کو فوقیت یا مرضی مسلط کرنے کی بجائے تمام آراء اور سفارشات کو سننا چاہیے۔ باوجود کہ ایسے معاملات میں سو فیصد اتفاق رائے ناممکن ہوتا ہے۔ لہذا آخری فیصلہ منطقی اور قانونی بنیادوں پر ہونا چاہیے۔ لاہور ہائی کورٹ کا حکم تنسیخ نکاح کی حد تک تو دادرسی کا سامان فراہم کرتا ہے لیکن اس میں دیگر ترامیم بھی ضروری ہیں۔ اس لیے قانون سازی کی ضرورت باقی رہتی ہے۔

مسیحی برادری، سول سوسائٹی میں ان کے خیر خواہوں اور حکومتی نمائندوں کو قانون سازی کے اس عمل کے دوران خدشات کو دور کرنا ہوگا۔ اولاً قانون سازی کے عمل میں اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ پاکستان میں ایک عرصے سے مذہب کا سیاسی استعمال ہو رہا ہے۔ اور مذہب کی من چاہی تشریح معاشرے پر لاگو کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے خاصا نقصان ہوا۔ قانون سازی کے اس عمل میں برابری کے مذہبی اصولوں سے بھی مستفید ہونا چاہیے مزید برآں سماجی، سیاسی اور اقتصادی حقائق کو نظر انداز کر کے یا صحائف کی محض لفظی تشریحات پر انحصار نہیں کرنا چاہیے۔ قانون میں تبدیلی کا یہ کام عجلت میں نہ کیا جائے تاکہ مسیحی برادری میں اختلاف یا عدم اطمینان پیدا نہ ہو۔ لیکن اتنی دیر بھی نہ لگے کہ اس اہم اور دیرینہ مسئلہ پر قانون سازی کھٹائی میں پڑ جائے۔ وہ لوگ جو کہ اس قانون کے متاثرین رہے یا متاثر ہو رہے ہیں ان کے نقطہ نظر کو بھی شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ مختلف شعبوں سے تجربہ اور فہم رکھنے والی خواتین کو بھی یہ موقع ملنا چاہیے کہ وہ اس قانون سازی پر اپنی رائے شامل کر سکیں جن کو 145 سال پہلے ہونے والی قانون سازی نے یکسر نظر انداز کیا تھا۔ یقیناً ایک پُر خلوص اور سماجی سیاسی فہم پر مبنی مکالمہ مسیحی نکاح کے حوالہ سے ایک بہتر قانون کا موجب بن سکتا ہے۔

حوالہ جات

- 1- اس مسودہ کی تیاری میں جناب نعیم شاکر، جسٹس کیلاش ناتھ کوہلی، جسٹس ماجدہ رضوی نے شخصاً اور پیٹر جیکب نے تحریراً حصہ لیا ہے۔
- 2- 1974ء سے قائم کردہ ادارہ امن و انصاف کراچی، جس کے سات کارکنوں کی دہشت گردوں کے ہاتھوں شہادت کے بعد 2002ء میں ادارہ کو بند کرنا پڑا۔
- 3- Null and Void کے معنی میں۔
- 4- پوپ گریگری (نہم) نے کینن لاء کا پہلا مصدقہ مسودہ (Decretal Gregorii Noni or Liber Extra) 1234ء میں نافذ کیا۔

فون نمبر: 042-36661322

ای میل: info@csjpak.org

ویب سائٹ: www.csjpak.org

فیس بک: Centre for Social Justice

ٹویٹر: @csjpak

فون نمبر:

ای میل:

ویب سائٹ:

فیس بک:

ٹویٹر:

ادارہ برائے سماجی انصاف

E-58، گلی نمبر 8، آفیسرز کالونی، والٹن روڈ، کینٹ، لاہور

